

خراج کی تاریخ اور اس موضوع پر تصانیف کا ایک تحقیقی و تقابلی جائزہ

تحریر: منور حسین چیمہ، اسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ اسلامیہ کالج سمبڑیال (سیالکوٹ)

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں متعدد علماء نے خراج اور اموال کے موضوع پر کتب تحریر کی ہیں۔ دور حاضر میں ان علماء کی کاوشوں کا تحقیقی و تقابلی جائزہ پیش کرنے سے نہ صرف ان کے کام کی قدر و قیمت کا تعین ہو سکے گا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام معیشت کے اہم خدوخال کے بارے میں بھی راہنمائی ملے گی۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب کے تقابلی مطالعہ سے قبل خراج اور اموال کے مضمون اور تاریخ پر روشنی ڈالی جائے۔

خراج کا مضمون

کلام عرب میں خراج کے معنی کرایہ، محصول اور اجرت و معاوضہ کے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم کی اس آیت میں ہے:

ام تسئلہم خرجا فخرجا ربک خیر (۱)
"کیا آپ ان سے (تبلیغ کے صلے میں) کچھ مال مانگتے ہیں۔ تو آپ کے پروردگار کا مال بہت اچھا ہے۔"

اس آیت میں خراج کا اطلاق اجرت کے معنی میں ہے۔ حسین بن مسعود،

الفراء (م ۵۱۰ ھ / ۱۱۱ء) نے آیت کا مضمون ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ام تسئلہم اجراً (۲)

محمود بن عمر الزمخشری (م ۵۳۸ ص ۱۱۴۳ء) لکھتے ہیں:

فخرجا: وهو ما تخرجه الی الامام من زکاة ارضک والی کل عامل من

اجرتہ وجعلہ (۳)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے لفظ خراج کو یونانی زبان سے

ماخوذ بتایا ہے (۴) ڈاکٹر اے بن شمش (A-Ben Shemesh) نے اس کی اصل آرمی

زبان کے لفظ (HALAK) کو بتایا ہے، جس سے مراد ٹیکس لیا جاتا تھا (۵)

خراج اصطلاحاً اس اسلامی ٹیکس کو کہتے ہیں جس کو اسلامی حکومت ان اراضی (Lands) سے وصول کرتی ہے جن کو بزور شمشیر (By Force) فتح کیا ہو یا مالکان نے اس کے دینے پر صلح کر لی ہو (۶)

ماتخاذہ الدولة من الضرائب على الارض المفتوحة عنوة او الارض التي صالح اهلها عليها" (۷)

فقہائے اسلام نے اس لفظ کو اجرت و معاوضہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ ابو محمد عبداللہ بن احمد، ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء) ان زمینوں کے بارے میں جو مسلمانوں نے بزور قوت فتح کی ہوں کہتے ہیں:

واما لثانی وهو ما فتح عنوة فهی ما اجلی عنها بالسیف ولم تقسم بین الغانمین فهذه تصیر وقفاللمسلمین یضرب علیها خراج معلوم یوخذمنها فی کل عام یکون اجزلة لها، وتقرفی ایدی اربابها ما داموا یؤدون خراجها (۸)

"اور (زمینوں کی) دوسری (قسم) وہ ہے جو بذریعہ تلوار قوت سے فتح کی گئی ہوں اور غنیمت حاصل کرنے والوں کے درمیان تقسیم نہ کی گئی ہوں تو وہ (زمینیں) مسلمانوں کے لئے وقف کی ہوں گی۔ ان پر مقررہ خراج لگایا جائے گا۔ جو ان کی اجرت کے طور پر ہر سال لیا جائے گا اور جب تک وہ ان زمینوں کا خراج ادا کرتے رہیں گے۔ یہ زمینیں "ان کے مالکوں کے پاس رہیں گی"

خراجی زمینوں کی قانونی (Legal) نوعیت یہ ہے کہ ان کی اصل مالک اسلامی ریاست ہے۔ لیکن بدستور ان کے سابق مالوں کے پاس رہنے دیا جائے گا۔ ان کی حیثیت موروثی کاشتکاروں کی ہوگی جنہیں بے دخل نہیں کیا جاسکتا۔

محمد بن عبدالواحد، ابن الصمام (م ۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء) اپنی کتاب "فتح القدر" میں لکھتے ہیں:

"ولا یتکرر الخراج بتکرر الخراج من الارض فی سنة واحدة" لان عمر لم یوظفه مکرراً" (۹)

"خراج لینے والے کے دوبارہ آنے پر بھی ایک ہی سال میں زمین پر خراج دوبارہ نہیں

نکایا جانے گا کیونکہ حضرت عمر دوبارہ (خراج) عائد نہیں کرتے تھے۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں خراج (Land Tax) کے موضوع پر جو کتب تحریر کی گئیں ہیں ان کی روشنی میں ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ لفظ خراج کے ایک عام معنی ہیں اور دوسرے خاص۔

خراج کا عمومی معنی

خراج عمومی معنی کے اعتبار سے ان اموال کو کہتے ہیں جن کے جمع و صرف (Collect and Consume) کی ذمہ داری حکومت کی ہو۔ اسی معنی کے اعتبار سے خراج کا اطلاق ان تمام صدقات واجبہ و نافلہ پر ہوگا جن کی وصولیابی اور ان کے مصارف (Expenditures) پر صرف کرنے کا حق حکومت کو ہو۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (۱۸۲ھ/۷۹۸ء) اور یحییٰ بن آدم القرشی (۲۰۳ھ/۸۱۸ء) نے اپنی کتب میں ان موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ (۱۰)

خراج کا خصوصی معنی

خراج اپنے خاص معنی کے اعتبار سے اس ٹیکس کو کہتے ہیں جس کو امام وقت کسی قابل کاشت خراجی زمین (The Land of Khiraj) پر مقرر کرتا ہے

"للخراج فی اصطلاح الفقہاء معنیان ، عام وخاص فالخراج بالمعنی العام هو الاموال التی تتولی الدولة امرجبايتها و صرفها فی مصارفها ، واما الخراج بالمعنی الخاص ، فهو الوظيفة او الضريبة التی يفرضها الامام علی الارض الخراجية النامية" (۱۱)

جب ہم خراج کے موضوع پر مختلف کتب پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان مصنفین نے لفظ خراج کے عام اور خاص دونوں معنی مراد لئے ہیں۔ جہاں تک ان کتب کے عنوانات کا تعلق ہے تو اس سے انہوں نے عام معنی مراد لئے ہیں کیونکہ انہوں نے اس میں بہت سے موضوعات (Topics) پر بحث کی ہے۔ مثلاً فتنے، خراج، جزیہ، عسور زکوٰۃ، عسور وغیرہ۔

ان مصنفین نے لفظ خراج کے خاص معنی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ مثلاً امام

ابویوسف، مفتوحہ اراضی (Conquered Lands) کی تقسیم کے بارے میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے موقف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"فقال لهم. فما يكون لمن جاء من المسلمين؟ فترك الارض واهلها، وضرب عليهم الجزية، واخذ الخراج من الارض" (۱۲)

"پس آپ نے ان (زمین کی مجاہدین میں تقسیم کے حامی صحابہ) سے یہ فرمایا کہ پھر آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا کچھ گا؟ پس آپ نے زمین اور اس کے باشندوں کو چھوڑ دیا اور ان باشندوں پر جزیہ عائد کر دیا اور زمین سے خراج لیا۔

اموال کا مفہوم

خراج کے عمومی معنی اور لفظ اموال کے مفہوم میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ مختلف فقہانے اسلام نے "الاموال" کے نام سے جو کتب تحریر کی ہیں ان میں مختلف صدقات اور غیر مسلموں سے وصول کئے جانے والے مختلف ٹیکوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

خراج کی اقسام

زمانہ قبل از اسلام سے خراج کی دو مشہور اقسام رائج رہی ہیں۔

(الف) خراج وظیفہ یا مسامہ (A Fixed Land Tax)

(ب) خراج مقاسمہ (Khiraj Maquasamah)

(الف) خراج وظیفہ یا مسامہ

یہ رقبہ کے پر یونٹ (Per Unit) پر ٹیکس لگانے کا طریقہ تھا۔ زمین کا محصول رقبہ کے حساب سے ایک متعین شرح (Fixed Rate) کے مطابق وصول کیا جاتا تھا۔ مثلاً اتنے درہم فی جریب (A Patch of arable Land) اور اتناغلہ فی جریب۔ خراج کی مقدار کا انحصار زمین کی نوعیت، آبپاشی کا طریقہ پینداوار کی نوعیت، اور بندرگاہوں و مارکیٹوں کی نزدیکی پر ہوتا تھا۔

(ب) خراج مقاسمہ

یہ ٹیکس زمین کے رقبہ کے مطابق ادا نہیں کیا جاتا تھا بلکہ پیداوار کے مطابق بطور فصل

کے ایک متعین حصہ (Fixed Share) کے طے کر لیا جاتا تھا۔ مثلاً ۱/۳ یا ۱/۴ وغیرہ۔

خراج کی تاریخ

باشاہوں اور مزارعین (Tenants) کے درمیان نظام المقاسمہ کا طریقہ عہد قدیم سے فارس کی حکومت میں چلا آ رہا تھا۔ قباز بن فیروز، شاہ ایران نے اپنے دور حکومت میں اس نظام کو بدل کر مساحہ کا طریقہ رائج کیا۔ اس کے بیٹے کسریٰ نوشیرواں (۵۳۱ء تا ۵۷۷ء) نے اپنے دور حکومت میں اس تبدیلی کو برقرار رکھا (۱۳) یعنی اس کے دور میں زمین کا محصول رقبہ کے اعتبار سے ایک متعین شرح کے مطابق وصول کیا جاتا تھا۔ مثلاً اتنے درہم فی جریب یا اتنا غلہ فی جریب۔

اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں عراق و شام کی مفتوحہ زمینوں پر خراج حاند کیا (۱۴) حضرت عمرؓ سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان علاقوں کو مسلمانوں کی فاتح فوج میں مال غنیمت کی طرح تقسیم کر دیں۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ اگر میں ان زمینوں کو اس وقت تقسیم کر دوں تو اس سے مسلمانوں کی آئندہ آنے والی نسلوں کی حق تلفی ہوگی۔ اور تم لوگ فارغ البال ہو جانے کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہ لو گے۔ لیکن اگر میں یہ علاقہ ان ہی لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دوں تو ہماری سرحد دشمنوں کے حملہ سے محفوظ رہے گی اور ہم کو سامان حرب اور رسد براہ وصول ہوتی رہیں گی۔ اسی بناء پر انہوں نے تمام زمین کو اس کے پرانے مالکوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا اور خراج کا انتظام کیا (۱۵)

اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ نے آیات فتنے (۱۶) سے استدلال کیا۔ حضرت عمرؓ کا طریقہ استدلال یہ تھا کہ مال فتنے میں اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کو بھی شریک کیا ہے۔ اگر زمین فاتحین کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو بعد میں آنے والے محروم رہیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک وقت ایسا آئے کہ غنیمت کی گل جائیداد کا مالک ایک شخص بن جائے اور اس کی اولاد میں وہ لوگ بھی ہوں جو مسلم دشمن اور اسلام مخالف ہوں اور مال غنیمت کو اسلام کی مخالفت اور دوسروں کو اس سے روکنے میں استعمال کریں اور اگر ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا گیا تو ان میں صنعا کے چرواہے کو بھی حصہ مل جائے گا اور اس کی عزت محفوظ رہے گی۔ (۱۷)

امام ابو یوسف نے کتاب التمر اج میں عراق و شام کی زمینوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی پالیسی (Policy) پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ہم یہاں ان کی بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

عراق کا وہ زر خیر علاقہ جو دجلہ و فرات کے درمیان واقع ہے، اس کی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے اس کو عرب سواد عراق (۱۸) کہا کرتے تھے۔ وہ ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ اس سے پہلے شام و غیرہ کے علاقے فتح ہو چکے تھے اور ان میں سے بھی کسی علاقہ کو فوجیوں میں تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ حضرت عمرؓ نے سواد عراق کی فتح کے بعد امیر عراق حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (م ۵۵ھ ۶۷ھ) کو ان کے خط کے جواب میں یہ ہدایت بھیجی کہ:

امابعد! فقد بلغنی کتابک تذکرفیہ ان الناس سالوک ان تقسم بینہم مغانہم، وما افاء اللہ علیہم فاذا اتاک کتابی هذا فانظر ما اجلب الناس علیک بہ الی العسکر من کراع و مال ، فاقسمہ بین من حضر من المسلمین واترک الارضین والانہار لعمالہا لیکون ذلک فی اعطیات المسلمین ، فانک ان قسمتہا بین من حضر لم یکن لمن بعد ہم شئی (۱۹)

اما بعد: مجھے تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ لوگوں نے تم سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے اموال غنیمت اور جو کچھ اللہ نے انہیں بطور فے عطا کیا ہے وہ سب انکے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ میرا یہ خط پہنچنے کے بعد جائزہ لو کہ لوگ تمہارے پاس لشکر میں از قسم مال و مویشی وغیرہ وغیرہ کیا کیا لے کر آئے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو تم ان مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دو جو موجود ہوں (اور جنگ میں شریک رہے ہوں) زمینیں اور نہریں ان پر محنت کرنے والوں کے پاس چھوڑ دو تاکہ یہ مسلمانوں کو وظائف جاری کرنے میں کام آئیں۔ اگر تم انہیں بھی موجودہ لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو گے تو ان کے بعد آنے والوں کے لیے کچھ بھی باقی نہیں بچے گا۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے بعض صحابہ (۲۰) نے اس غلط فہمی کی بنا پر اختلاف کیا کہ سنت نبوی کے مطابق اسے فوجیوں کے درمیان تقسیم ہونا چاہیے۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس کو تقسیم کرنے سے انکار کیا۔ لیکن جب ان حضرات کا اصرار بہت بڑھ گیا تو حضرت عمرؓ

نے کہا کہ عام صحابہ سے مشورہ کر لیا جائے (۲۱) ان کی جیسی رائے ہوگی ویسا ہی عمل کیا جائے گا۔ اس طرح اراضی کی تنظیم و تقسیم کے بارے میں مشورہ ہوا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ (م ۳۲ھ/۶۵۲ء)، حضرت زبیر بن العوامؓ (م ۳۶ھ/۶۵۶ء) اور حضرت بلالؓ (م ۶۰ھ/۶۸۰ء) وغیرہ کی رائے یہ تھی کہ مفتوحہ زمین فوجیوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اور حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ (م ۳۶ھ/۶۵۶ء) حضرت عثمانؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ (م ۱۸ھ/۶۳۹ء) وغیرہم کی رائے یہ تھی کہ فوجیوں میں تقسیم نہ کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے یہ تقریر کی۔ حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"میں نے آپ لوگوں کو اس لئے جمع کیا ہے کہ میں نے آپ کے معاملات کی جو ذمہ داری اٹھائی ہے اس میں آپ میری مدد کریں۔ اس لئے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ آج آپ لوگوں کو ایک حق بات کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس میں آپ یہ نہ دیکھئے کہ کس نے میری مخالفت کی ہے اور کس نے میری موافقت کی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش اور رائے کی پیروی کریں۔ آپ کے ہاتھ میں کتاب اللہ موجود ہے جو خود حق بات کو واضح کر دے گی۔ میں جو کچھ کہوں گا اس کا مقصد اظہار حق ہوگا (اپنی رائے مسلط کرنا نہیں)" (۲۳)

اس تمہید کے بعد آپ نے فرمایا:

"کیا آپ نے ان لوگوں کی باتیں سنی جو مجھے اس معاملہ میں شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ شاید ان کا خیال ہو کہ میں ان کی حق تلفی کرنا چاہتا ہوں حالانکہ کسی فرد کی بھی حق تلفی کرنا میرے نزدیک صریح ظلم ہے۔ معاذ اللہ! خدا شاہد ہے کہ میں نے کبھی کسی معاملہ میں ان پر ظلم کیا ہو یا اب ظلم کرنے کا ارادہ ہو۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ عراق و شام فتح ہونے کے بعد اور کون سی زمین رہ گئی ہے جس کی آمدنی سے خلافت کا انتظام سنبھالا جاسکے گا۔ یہ تو محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے کسری (۲۴) کے اموال، زمین جائیداد اور جفاکش کام کرنے والوں پر ہمیں غلبہ عطا فرمایا ہے۔ آپ لوگو خود اس کے شاہد ہیں کہ اموال منقولہ میں نے فوجیوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) بھی مناسب محل پر صرف کر دیا گیا ہے۔ اب صرف زمین (جائیداد غیر منقولہ) باقی بچی ہے اس کے متعلق

خیال ہے کہ اس کو اس کے آتش پرست مالکوں ہی کے پاس رہنے دیا جائے اور زمین پر خراج (ٹیکس) اور مالکوں پر ان کی جان و مال کی حفاظت کا معاوضہ (جزیہ) مقرر کر دیا جائے تاکہ یہ سب آمدنی اجتماعی مفاد کے کاموں میں خرچ کی جائے اور اس کے ذریعہ فوجیوں کی تنخواہوں اور موجودہ اور بعد کے آنے والے لوگوں کا بندوبست کیا جائے۔

آپ ہی بتائیے کہ کیا یہ ممالک سرحدوں کی حفاظت کے بغیر بیرونی حملوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔ کیا جزیرہ، کوفہ، بصرہ، عراق و شام اور مصر وغیرہ کے بڑے شہروں میں ان کی حفاظت کے لئے فوجی چھاؤنیوں کی ضرورت نہ ہوگی؟ اگر زمین تقسیم کر دی جائے تو فوجیوں کی تنخواہیں اور دوسرے لوگوں کے وظیفوں کی رقم کہاں سے آئے گی (۲۵)

ان مصلح کو بیان کرنے کے بعد پھر فرمایا:

"میں نے جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ اپنے جی سے نہیں بلکہ کتاب اللہ کی روشنی میں ایسا کیا ہے۔ پھر انہوں نے سورہ حشر کی چند آیات پڑھیں۔ پہلی آیت:

وما فاء اللہ علی رسولہ منہم (۲۶)

کے بعد فرمایا کہ یہ بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آگے والی آیت:

ما فاء اللہ علی رسولہ من اهل القرى الخ (۲۷)

آئندہ تمام فتح ہونے والی بستیوں کے لئے ہے۔ اس کے بعد خدا نے مہاجرین کا ذکر کیا ہے۔ پھر انہیں پراکتفاء نہیں کیا بلکہ انصار کا بھی ذکر کیا۔ پھر اس پر بھی اکتفاء نہیں کیا بلکہ آخر میں بھماکہ:

"والذین جاء ومن بعدہم.... الخ" (۲۸)

اور ان لوگوں کے بعد جو آئیں (ان کا بھی حق ہے) (۲۹)

ان آیات کی تلاوت و تفسیر کے بعد آخری ٹکڑے کے بارے میں فرمایا:

فكانت هذه عامۃ لمن جاء من بعدہم، فقد صار هذا الفنى بين هؤلاء

جميعا فكيف نقسمه لهؤلاء وندع من تخلف بعدہم بغير قسم (۳۰)

"تو یہ آیت ان لوگوں (مہاجرین و انصار) کے بعد آنے والے تمام لوگوں کے لئے عام

ہے۔ (اس کی رو سے) اب یہ فتنے ان تمام قسم کے لوگوں کا مشترکہ حق قرار پائی ہے۔

اب یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اسے انہی لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیں اور ان کے بعد

آنے والے لوگوں کو حصہ سے محروم کر دیں۔

پھر آپ نے "کی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم (۳۱) سے استدلال کرتے ہوئے

فرمایا:

لو قسمتھا بینھم لصارت دولة بین الاغنیاء منکم ولم یکن لمن جاء بعد
ہم من المسلمین شئی وقد جعل لهم فیھا الحق بقولہ (والذین جاؤا من
بعد ہم) (۳۲)

اگر میں ان کے درمیان اس کو تقسیم کر دوں تو یہ زمین چند دولت مندوں کی جاگیر ہو کر ان ہی
میں گردش کرتی رہے گی اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے کچھ بھی نہیں بچے گا۔
حالانکہ اس میں ان کا حق مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ کے اس فرمان کی روشنی میں "اور ان لوگوں کے
بعد جو آئیں (ان کا بھی حق ہے)

حضرت عمرؓ کی اس توضیح کے بعد پوری مجلس نے آپ کی تائید ان الفاظ میں کی:

الرأی رأیک فنعم ما قلت ومارأیت (۳۳)

"آپ ہی کی رائے (صحیح رائے) ہے۔ آپ نے جو فرمایا وہ خوب ہے اور جو رائے قائم کی
وہ بہت موزوں ہے۔

حضرت عمرؓ کی رائے اور فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

"والذی رأی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الامتناع من قسمة الارضین بین
من افتتحھا عند ما عرفہ اللہ کان مافی کتابہ من بیان ذلک توفیقاً من
اللہ کان له فیما صنع، وفیہ کانت الخیرة لجميع المسلمین، وفیما رأہ
من جمع خراج ذلک و قسمته بین المسلمین عموم النفع لجماعتهم، لان
هذا لولم یکن موقوفا علی الناس فی الاعطیات والارزاق لم تشحن
الثغور ولم تقوی الجیوش علی السیر فی الجهاد، ولما امن رجوع اهل
الکفر الی مد نهم اذا خلت من المقاتلة والمرزقة واللہ اعلم بالخیر حیث
کان" (۳۴)

"عمرؓ نے زمینوں کو فتح کرنے والوں کے درمیان تقسیم نہ کرنے کی جو رائے اس وقت قائم
کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ کی ان تفصیلات کی طرف رہنمائی فرمادی جو اس
کتاب میں موجود تھیں۔ اور جو کچھ آپ نے کیا وہ دراصل ایک من جانب اللہ توفیق تھی جو

آپ کو عطا ہوئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ پر اپنی کتاب کا منشا منکشف کر دیا، اور انہوں نے فاتحین کے درمیان زمینیں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا تو ان کا یہ اقدام جو سراسر توفیق الہی کا فیضان تھا بالکل درست ثابت ہوا۔ کیونکہ اس میں سارے مسلمانوں کی بھلائی تھی۔ آپؓ نے ان زمینوں کا خراج وصول کروا کے اسے سارے مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کی جو رائے اختیار کی وہ اسلامی معاشرہ کے مفاد عامہ کی ضامن تھی۔ اگر یہ زمینیں عطیہ دینے اور روزینے جاری کرنے کیلئے سارے انسانوں پر وقف نہ قرار دے دی جاتیں تو نہ سرحدوں کی حفاظت کا بندوبست ہو سکتا تھا نہ فوجیں ہی اتنی طاقت ور ہو سکتی تھیں کہ جہاد جاری رکھ سکیں۔ فوجیوں اور تنخواہ دار محافظوں کی غیر موجودگی میں اس کی بھی کوئی ضمانت نہ تھی کہ اہل کفر اپنے ملکوں پر دوبارہ نہ قبضہ کر لیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ بھلائی کس روش میں ہے۔

حضرت عمرؓ نے علاقہ سواد کی پیمائش کے لئے حضرت عثمان بن حنیفؓ (م بعد ۳۱ھ / بعد ۶۶۱ء) کو مقرر کیا۔ کیونکہ وہ زمینوں کی پیمائش کے ضمن میں کافی تجربہ اور فہم و بصیرت رکھتے تھے (۳۵) اور ان کے ساتھ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ (م ۳۶ھ / ۶۵۶ء) کو معاون کے طور پر بھیجا (۳۶)

اس کا طول علث سے عبادان تک ایک سو پچیس (۱۲۵) فرسنگ، اور عرض حلوان سے عذیب تک اسی (۸۰) فرسنگ تھا۔ اس طرح اس علاقے کا کل رقبہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ (36000000) جریب تھا۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ نے زمینوں کی پیمائش کر کے حسب ذیل شرحوں (Rates) کے مطابق خراج عائد کیا۔

انگور کے باغ پر	فی جریب	دس (۱۰) درہم
کھجور پر	فی جریب	آٹھ (۸) درہم
بانس اور زرکل پر	فی جریب	چھ (۶) درہم
گندم کے کھیت پر	فی جریب	چار (۴) درہم
جو کے کھیت پر	فی جریب	دو (۲) درہم

یعنی حضرت عمرؓ کے دور میں (۱۳ھ تا ۲۳ھ) عراق کی مالگزاری کا بندوبست اس

طرح تھا کہ وہاں کی تمام اراضی کی پیمائش کر لی گئی تھی اور ہر جریب زمین پر چاہے وہ مزروع ہو یا غیر مزروع، خواہ اس میں عملاً کاشت ہوتی ہو یا نہ ہو، خواہ اس کو کنویں سے سینچا جاتا ہو یا نہر سے، ایک مقررہ لگان وصول کیا جاتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں ان زمینوں پر خراج و وظیفہ یا مساحہ عائد کیا گیا تھا۔ اور اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی تھی۔ (۳۸)

بعد ازاں حضرت عثمان غنیؓ (۲۳ھ تا ۳۵ھ / ۶۳۵ء تا ۶۵۵ء) اور حضرت علی بن ابی طالبؓ (۳۵ھ تا ۴۰ھ / ۶۵۶ء تا ۶۶۱ء) کے ادوار میں بھی یہ نظام اسی طرح چلتا رہا۔ بنو امیہ کے دور میں بھی خراج و وظیفہ کے طریقہ میں تبدیلی نہ ہوئی۔ البتہ عبد الملک بن مروان (۶۵ھ تا ۸۶ھ / ۶۸۵ء تا ۷۰۵ء) نے اپنے دور میں یہ تبدیلی کی کہ تحصیل خراج کا حساب کتاب رکھنے کے لئے دفتری معاملات میں یہ ضروری قرار دیا کہ ان علاقوں کی قدیم زبانوں کی بجائے عربی زبان کو استعمال کیا جائے (۳۹) دوسری تبدیلی حضرت عمر بن عبدالعزیز (۹۹ھ۔۔۔۔۔ ۱۰۱ھ / ۷۱۹ء۔۔۔۔۔) کے عہد میں رونما ہوئی۔ آپ نے عبدالحمید بن عبدالرحمن کو ایک تحریر بھیجی جس میں لکھا کہ غیر مزروع زمین پر اتنا خراج نہ لگانا جو آباد زمین پر لگایا جاتا ہے اور نہ آباد زمین کی تشخیص خراج، غیر مزروع زمین کے خراج کی شرح سے کرنا۔ جو غیر مزروع زمین ہو اسے دیکھ کر اس کی حیثیت کے مطابق خراج عائد کرنا اور جو شخص مسلمان ہو جائے اس سے خراج نہ لیا جائے (۴۰)

بنو امیہ کے بعد جب عباسی خلافت قائم ہوئی تو ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف بہ سفاح (۱۳۲ھ۔۔۔۔۔ ۱۳۶ھ / ۷۴۹ء تا ۷۵۳ء) اور ابو جعفر منصور (عبداللہ بن محمد) (۱۳۶ھ۔۔۔۔۔ ۱۵۸ھ / ۷۵۴ء۔۔۔۔۔ ۷۷۵ء) کے ادوار میں خراج و وظیفہ پر عمل ہوتا رہا۔ ابو جعفر منصور نے خراج کے ضمن میں خصوصی دلچسپی لی اور اس نظام میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی۔ ابو عبداللہ محمد بن عبدوس الجیشاری (م ۳۳۱ھ / ۹۴۲ء) کے بیان کے مطابق ابو جعفر منصور نے حماد الترمکی کو علاقہ سواد کے محاصل (Taxes) پر نظر ثانی کے لئے بھیجا (۴۱) ابو جعفر منصور کے اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی حکومت اس وقت تک صحیح نظام نہیں چلا سکتی جب تک کہ خراج کا انتظام صحیح ہاتھوں میں نہ ہو (۴۲) اس کے دور میں مشہور ادیب عبداللہ بن المقفع (م ۱۴۲ھ / ۷۵۹ء) نے ایک یادداشت "رسالة فی الصحابة" کی صورت میں خلیفہ کو

ارسال کی تھی۔ اس میں دیگر انتظامی معاملات کے علاوہ خراج اور امور خراج کی تنظیم کے بارے میں بھی راہنمائی کی گئی تھی۔ ابن المقفع نے ابو جعفر منصور کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کروائی کہ مختلف شہروں کے والی خراج کی شرحیں خود ہی تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح انہیں رعایا پر ظلم و ستم کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس نے مشورہ دیا کہ شرحیں خود خلیفہ کی طرف سے متعین کی جانی چاہیں (۴۳)

ابو جعفر منصور کے بعد ۱۵۸ھ ۷۷۵ء میں محمد بن منصور الملقب بہ مہدی خلیفہ بنا۔ اس کے عہد (۱۵۸ھ --- ۱۶۹ھ ۷۷۵ء تا ۷۸۵ء) میں یہ تبدیلی رونما ہوئی کہ نظام المساحہ کی بجائے نظام المقاسمہ کو رائج کیا گیا (۴۴) اس کے وزیر ابو عبید اللہ معاویہ بن عبید اللہ بن یسار (۴۵) (م ۱۷۰ھ ۷۸۶ء) نے مختلف قسم کی زمینوں کے لئے خراج مقاسمہ کی مندرجہ ذیل شرحیں مقرر کیں۔

- (الف) چشموں اور بارش سے سیراب ہونے والی زمین کا خراج = پیداوار کا ۱/۲
 (ب) ڈول اور رہٹ سے سیراب ہونے والی زمین سے = پیداوار کا ۱/۳
 (ج) ضروری محنت اور اجرت سے زائد رہٹ کی مدد سے سیراب ہونے والی زمین سے = پیداوار کا ۱/۴۔ (۴۶)

اگرچہ اس اصلاح سے خراج کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو گیا۔ لیکن مہدی نے اپنے دور حکومت میں فضول کاموں پر کافی رقم صرف کردی اور جب مزید رقم کی ضرورت پڑی تو مصر اور دو آہ دجلہ و فرات میں خراج کی شرحیں بڑھادی گئیں (۴۷) چنانچہ بارانی زمینوں کی پیداوار پر ابو عبید اللہ معاویہ کی تجویز کردہ شرح (پیداوار کا ۱/۲) کو بدل کر اس کی جگہ ۳/۵ حصہ وصول کرنے کا فرمان جاری کیا (۴۸)

اس کے بعد موسیٰ بن مہدی الملقب بہ ہادی (۱۶۹ --- ۱۷۰ھ ۷۸۵ء --- ۷۸۶ء) کے دور میں بھی یہی شرح نافذ رہی (۴۹) خراج کی اس شرح کو غیر معمولی بوجھ سمجھتے ہوئے عوام میں اضطراب پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ ربیع الاول ۱۷۰ھ ۷۸۶ء میں جب ہارون الرشید حکمران بنا تو اس نے اپنے وزیر یحییٰ بن خالد البرکی (م ۱۹۰ھ ۸۰۶ء) کی تجویز پر بارانی زمینوں کے خراج کی شرح ۳/۵ سے کم کر کے پھر ۱/۲ کر دی (۵۰)

خراج کے موضوع پر تصانیف

بارون الرشید اور دیگر عباسی خلفاء کے ادوار میں مختلف علماء نے خراج کے موضوع پر کتب تحریر کیں۔ مصطفیٰ بن عبد اللہ، حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۷ء) نے اپنی کتاب "كشف الظنون" میں خراج کے موضوع پر پانچ کتب کے نام تحریر کئے ہیں (۵۱) اور محمد بن اسحق النذیم (م ۳۳۸ھ / ۱۰۴۷ء) نے "الفهرست" میں ایسی پندرہ کتب کے نام گنوائے ہیں۔ (۵۲)

ذیل میں ہم ان کتب اور مؤلفین کے نام نقل کرتے ہیں۔

۱. ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ / ۷۹۸ء)۔ کتاب الخراج (كشف الظنون ۱۳۱۵/۲)
۲. ابوزکریا یحییٰ بن آدم القرشی (م ۲۰۳ھ / ۸۱۸ء)۔ کتاب الخراج (۵۳)
۳. ابوعلی الحسن بن زیاد اللؤلؤی (م ۲۰۴ھ / ۸۱۹ء)۔ کتاب الخراج (۵۴)
۴. ابو عبدالرحمن، الہیشم بن عدی الثعلبی (م ۲۰۶ھ / ۸۲۲ء)۔ کتاب الخراج (۵۵)
۵. احمد بن محمد بن عبدالکریم بن ابی سہل الاحول (م ۲۰۶ھ / ۸۲۲ء)۔ کتاب الخراج (۵۶)
۶. عبدالملک بن قریب الاصمعی (م ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء)۔ کتاب الخراج (۵۷)
۷. ابو محمد جعفر بن مبشر الثقفی (م ۲۳۴ھ / ۸۴۸ء)۔ کتاب الخراج (۵۸)
۸. ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ (م ۲۵۵ھ / ۸۶۹ء)۔ رسالته ابی النجم بالخراج (۵۹)
۹. احمد بن عمر بن مہیر الشیبانی الخصاف (م ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء)۔ کتاب الخراج (۶۰)
۱۰. ابو سلیمان داؤد بن علی ظاہری (م ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء)۔ کتاب الخراج (۶۱)
۱۱. احمد بن محمد بن سلیمان بن یشار الکاتب (م ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء)۔ کتاب الخراج الکبیر (۶۲)
۱۲. ابو القاسم عبید اللہ بن احمد بن محمد کلواذانی (کان حیا ۳۳۶ھ / ۹۴۷ء)۔ کتاب الخراج (۶۳)
۱۳. قدامہ بن جعفر بن قدامہ (م ۳۳۷ھ / ۹۴۸ء)۔ کتاب الخراج وصنعة الكتابة (۶۴)
۱۴. ابوالحسن علی بن الحسن، الملقب با بن الما شطہ ... کتاب الخراج (۶۵)
۱۵. اسحاق بن شریح الکاتب النصرانی ... کتاب الخراج (۶۶)
۱۶. عبد الرحمن بن عیسیٰ بن داؤد الجراح ... کتاب کبیر فی الخراج (۶۷)
۱۷. ابوالحسن علی بن وصیف ... کتاب الا یضاح والتشقیق فی آتین الخراج ورسومه. (۶۸)
۱۸. اسحاق بن یحییٰ بن سریح ... کتاب الخراج الکبیر اور کتاب صناعة الخراج الصغیر. (۶۹)
۱۹. ابو نصر محمد بن مسعود العیاشی ... کتاب الجزیه والخراج. (۷۰)
۲۰. علی بن احمد بن بسطام ... کتاب الخراج. (۷۱)
۲۱. محمد بن احمد بن علی بن خیار الکاتب ... کتاب الخراج. (۷۲)
۲۲. نصر بن موسیٰ الرازی ... کتاب الخراج. (۷۳)
۲۳. زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی (م ۳۹۳ھ / ۱۰۹۵ء)۔ الاستخراج لأحكام الخراج. (۷۴)
۲۴. ابو القاسم عبداللہ، ابن العرمم ... کتاب الخراج. (۷۵)

شیخ محمد محسن، بزرگ الطهرانی (۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) نے اپنی تصنیف "الذریعة الی تصانیف الشیعة" میں خراج کے موضوع پر درج ذیل کا ذکر کیا ہے :

- (ا) کتاب الخراج والمقاسمة .
 (ب) السراج الوہاج فی حرمة الخراج .
 (ج) حل الخراج . (۷۶)

عبدالجبار الرفاعی نے "فہرست الاقتصاد الاسلامی باللغة العربية" میں أحمد الأرد بیللی کی کتاب "الرسالة الخراجیة" اور عبداللہ أفندی کی کتاب "الخراجیة" کا ذکر کیا ہے۔ الأردبیللی اور أفندی کی ان دونوں کتب کے مخطوطے قم (ایران) کے مکتبہ آیة اللہ السید المرعشی میں موجود ہیں۔ (۷۷)

علماء کی ایک جماعت نے اسی موضوع پر "الاموال" کے نام سے کتب تحریر کی ہیں .

- (۱) ابو عبید القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ/۸۳۸ء) ... کتاب الاموال . (۷۸)
 (۲) حمید بن مخلد، ابن زنجویہ (م ۲۵۱ھ/۸۶۵ء) کتاب الاموال . (۷۹)
 (۳) قاضی اسماعیل بن اسحق (م ۲۸۲ھ/۸۹۵ء) ... الاموال والمغازی (۸۰)
 (۴) ابو جعفر أحمد بن نصر الداؤدی المالکی (م ۴۰۲ھ/۱۰۱۹ء) ... کتاب الاموال . (۸۱)
 (۵) ابو الحسن علی بن محمد المدائنی ... کتاب اموال النبیؐ . (۸۲)
 (۶) عبداللہ بن محمد الاصفہانی (م ۳۶۹ھ/۹۷۹ء) ... کتاب الاموال . (۸۳)

خراج کے موضوع پر جن کتب کی فہرست پیش کی گئی ہے اس میں شامل بعض کتب اب نایاب ہیں۔ کچھ کتابیں دنیا کے مختلف کتب خانوں میں مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہیں اور ابھی تک شائع نہیں ہو سکیں۔ ان میں سے درج ذیل کتب زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں :

- (ا) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم "کتاب التراج" بولاق سے شائع ہو چکی ہے
 (ب) یحییٰ بن آدم القرشی "کتاب التراج" (لاہور سے المکتبۃ العلمیہ نے شائع کی ہے)
 (ج) ابو عبید القاسم بن سلام "کتاب الاموال" (ساٹنگھ بل سے المکتبۃ الاثریہ نے شائع کی ہے)۔

- (د) قدامہ بن جعفر بن قدامہ "کتاب الخراج و صنعة الكتابة (لیدن، مطبع بریل سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوئی)۔
- (ر) ابو جعفر أحمد بن نصر الداؤدی المالکی "کتاب الاموال" (قاہرہ سے مکتبہ النخضة المصریہ نے شائع کی ہے)
- (ذ) زین الدین عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلی "الاستخراج لاحکام الخراج" (بیروت سے دارالکتب العلمیہ نے شائع کی ہے)

کتاب الخراج (امام ابو یوسفؒ)

کتاب الخراج کا موضوع وہ معاملات ہیں جو حکومت اور رعایا کے مابین رونما ہوتے ہیں اور جن کا تعلق اس بات سے ہے کہ مملکت کا نظام چلاتے وقت حکومت کی پالیسی کس طرح کی ہونی چاہیے۔ مثلاً بندوبست اراضی نظام آبپاشی، نظام محصولات، قوانین جرائم، غیر مسلموں کے ساتھ رویہ وغیرہ۔

کتاب الخراج کی ابتداء ایک طویل مقدمہ سے ہوئی ہے جس میں امام ابو یوسف نے نہایت مخلصانہ اور اثر انگیز انداز میں خلیفہ کورعیت پروری کی ہدایت کی ہے۔ یہ کتاب متوسط تقطیع کے ۲۳۵ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے تقریباً ۱۵۸ ارشادات اور صحابہ و تابعین کے ۳۳۶ اقوال بیان ہوئے ہیں۔ ان روایات میں اکثر تو مختصر ہیں لیکن ایک خاص تعداد ایسی روایتوں کی بھی ہے جو کئی کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ روایات خلفائے اربعہ اور پہلی دوسری صدی ہجری کے صحابہ کرام اور تابعین کی بہترین فقہی و قانونی آراء پر مشتمل ہیں اور قرن اول و ثانی کی اسلامی دنیا کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتی ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دربار خلافت کے سوالات کا جواب دیتے ہیں اور پھر اس جواب کی تائید میں رسول اللہ ﷺ، صحابہ یا تابعین کے قول یا فعل کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ کتاب الخراج کے مطالعہ کے بعد یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ آپ نے احادیث و روایات کے انتخاب میں گہری دینی بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ صرف ایسی احادیث پیش کرتے ہیں جو قرآن اور اسلام کی روح سے ہم آہنگ ہیں۔

آپ نے احکام اراضی اور ٹیکوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے تقریباً ساٹھ (۶۰) ارشادات نقل کئے ہیں۔ ان احادیث میں سے پچپن (۵۵) احادیث وہ ہیں جن کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے اور باقی پانچ وہ ہیں جن میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔ "عن بعض اشیاخنا" (۸۴)

آپ نے کتاب الخراج میں جو احادیث نقل کی ہیں ان کو صحاح ستہ کے مؤلفین اور دیگر اہم محدثین نے اپنی کتب میں تحریر کیا ہے۔ ہم یہاں صرف معاشیات کے موضوع پر چند احادیث کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن اربع عن علمه ما عمل فيه، وعن عمره فيم افناه وعن ماله من اين اكتسبه وفيم انفق؟ وعن جسده فيم ابلاه " (۸۵)

اس حدیث کو، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ/۸۹۲ء) نے حضرت ابی ہریرہ الاسلمی سے روایت کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ "ہذا حدیث حسن صحیح" (۸۶)

(۲) وحدثني سفيان بن عيينة عن ايوب عن الحسن قال غلا السعر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الناس يا رسول الله الا تسعرلنا؟ فقال صلى الله عليه وسلم ان الله هو لمسعر، ان الله هو قابض ، ان الله هو الباسط، واني والله ما اعطيكم شيئاً ولا امنعكموه، ولكن انما انا خازن اضع هذا الامر حيث امرت، واني لارجوان القى الله وليس احد يظلمني بمظلمة ظلمتها اياه في نفس ولادم ولا مال " (۸۷)

اس حدیث کو ابو عبد اللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ/۸۸۷ء) نے سنن، کتاب التجارات، باب من کره ان يعمر، میں حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ/۷۱۲ء) کی روایت سے تحریر کیا ہے۔ (۸۸)

(۳) وفي الركاز الخمس ، فقیل له ، ما الركاز يارسول الله، فقال الذهب والفضة الذي خلقه الله في الارض يوم خلقت (۸۹)

اس حدیث کو سلیمان بن الأشعث، ابو داؤد (م ۲۷۵ھ/۸۸۹ء) نے سنن، کتاب الخراج واللاراة والفئی، باب ماجاء فی الركاز میں حضرت ابو ہریرہ، عبد الرحمن بن صخر (م ۵۹ھ/۷۱۷ء) سے کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (۹۰)

جہاں تک صحابہ کے اقوال کا تعلق ہے تو آپ نے ان صحابہ کو سند کے لئے پیش کیا ہے جن کے کارنامے زیادہ مشہور ہیں۔ مثلاً اس کتاب میں حضرت عمر بن الخطاب (۱۳-۲۴ھ/۶۳۴-۶۴۵ء) کے اقوال و افعال کے حوالے سب سے زیادہ پیش کئے گئے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ (۱۱-۱۳ھ/۶۳۳-۶۳۴ء) اور حضرت علی بن ابی طالبؓ (۳۵-۴۰ھ/۶۵۶-۶۶۱ء) کے عمل سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ (۲۴-۳۵ھ/۶۴۵-۶۵۵ء) کے عہد کے بعض نظائر بھی پیش کئے گئے ہیں۔ جو نجران کے اہل ذمہ، جاگیروں اور بعض فوجداری قوانین سے متعلق ہیں۔ اس طرح اس کتاب میں خلافت راشدہ سے متعلق بہت سا تاریخی مواد فراہم کر دیا گیا ہے۔

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز (۹۹-۱۰۱ھ/۷۱۷-۷۲۰ء) کے اقوال و آراء سب سے زیادہ بطور سند بیان کئے گئے ہیں۔ (۹۱)۔ محاصل کی تحصیل اور اس کے طریقہ میں شرعی اصلاحات کے نفاذ، عشر، خراج، جزیر اور عشور کی شرحوں اور فلح عامہ سے متعلق امور پر آپ کے نظائر سے استنباط کیا گیا ہے۔ عبدالملک بن مروان (۶۵-۸۶ھ/۶۸۶-۷۰۷ء) کے دور کی ایک نظیر عراق میں جزیر اور خراج کی شرحوں کے سلسلہ میں پیش کی گئی ہے۔ (۹۲)

مالی نظام کے سلسلہ میں ان تاریخی تفصیلات کی برہمی اہمیت ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشرہ کے لئے نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت، طرز عمل بھی بعد میں آنے والوں کے لئے راہنمائی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ فتنے کی تقسیم، زمینوں کا بندوبست، محاصل کا نظام، صلح و جنگ، معاہدہ، امان اور ثالثی کے ضابطے، اور دوسرے سیاسی، مالی اور انتظامی امور میں جو طریقے قرن اول اور بعد کے صلح حکمرانوں کے دور میں اختیار کئے گئے تھے۔ ان کے مطالعہ اور تجزیہ کے بغیر قاضی ابویوسف اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے دور میں خلیفہ کو ان امور میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے (۹۳)

مختلف صحابہ اور تابعین کے جو اقوال کتاب میں ملتے ہیں ان میں بہت سے ایسے ہیں جن کی توثیق و تائید تاریخی و ادبی کتابوں سے ہو جاتی ہے اور کچھ اقوال ایسے ہیں جو دیگر کتب میں تو نہیں ملتے لیکن ان حضرات کی زندگی اور ان کی حکومت کی پالیسی سے گہری موافقت

رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کو درست تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اور حقیقت میں یہی اقوال اس کتاب کا نہایت قیمتی سرمایہ ہیں۔

آپ نے کتاب الخراج میں تقریباً چار سو مسند نصوص نقل کی ہیں جن میں ان شیوخ کے نام بھی نقل کئے ہیں جن کے واسطے سے وہ نقل کی گئی ہیں۔ کتاب میں ستائیس (۲۷) نصوص وہ ہیں جن میں وہ اپنے شیخ کا نام نقل نہیں کرتے بلکہ صرف یہ کہتے ہیں کہ بعض اشیاخنا (۹۳) تقریباً اسی (۸۰) نصوص وہ ہیں۔ جن میں انہوں نے شیخ کا نام لکھنے کی بجائے یہی کہنے پر اکتفا کیا ہے "شیخ من اهل الشام (۹۵) شیخ من اهل المدينة (۹۶) شیخ من قریش (۹۷) شیخ من علماء البصرة (۹۸) غیر واحد من اهل المدينة (۹۹) بعض اهل العلم (۱۰۰) بعض علماء اهل الكوفة (۱۰۱)

امام ابو یوسفؒ نے علمائے تابعین میں صرف ان حضرات کے اقوال نقل کئے ہیں جن پر آپ کو اعتماد ہے۔ یا جن کے اقوال قرآن و اسلام کے بنیادی اصولوں سے نہیں ٹکراتے۔ ان علماء میں کوفہ کے شیوخ ہی نہیں بلکہ حجاز اور شام کے شیوخ بھی شامل ہیں۔ وہ مختلف ائمہ کے فتوے بیان کرتے ہیں۔ جس سے ان کی عدم تعصبی اور وسعت قلبی کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں چند نام نقل کئے جاتے ہیں۔

سعید بن السیب (م ۹۳ھ/ ۷۱۳ء)، عروہ بن زبیر (م ۹۴ھ/ ۷۱۳ء)، ابراہیم بن یزید النعمی (م ۹۶ھ/ ۷۱۵ء)، عامر بن شراحیل الشعبي (م ۱۰۳ھ/ ۷۲۱ء)، حسن بصری (م ۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء)، محمد بن سیرین (م ۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء)

اس میں شک نہیں کہ امام ابو یوسفؒ زیادہ تر علمائے کوفہ کا فقہی نقطہ نظر پیش کرتے ہیں تاہم ان کو علمائے حجاز یا شام یا "مدرسہ حدیث" سے کوئی عداوت نہیں ہے بلکہ ان کی رواداری کا حال یہ ہے کہ وہ جس طرح کوفہ کے علماء کے بارے میں کہتے ہیں "

واما اصحابنا من اهل الكوفة فاختلفوا في ذلك" (۱۰۲)

ہمارے کوئی رفقاء اس باب میں مختلف الرائے واقع ہوئے ہیں وہ حجاز کے علماء کی نسبت بھی ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے ہیں "

فان اصحابنا من اهل الحجاز واهل المدينة على كراهة ذلك وافساده" (۱۰۳)

(ہمارے حجازی اور مدنی رفقاء اس معاملہ کو مکروہ اور فاسد قرار دیتے ہیں) آپ نے کتاب التراجیح میں جن شیوخ سے زیادہ نصوص نقل کی ہیں ان کے نام اور نصوص کی تعداد درج ذیل ہے۔

محمد بن اسحاق (۳۲)، الاعمش (۲۵) حجاج بن ارطاة (۲۳) اشعث بن سوار (۱۹)، حسن بن عمارہ (۱۶) ہشام بن عروہ (۱۵)، اسماعیل بن ابی خالد (۱۳)، سعید بن ابی عروبہ (۱۲)، سفیان بن عیینہ (۱۰)

امام ابو یوسف نے کتاب التراجیح میں چودہ مقامات پر امام ابو حنیفہ کی آراء کو نقل کیا ہے۔ اور ان کو "الفقیہ المقدم" سمجھا ہے (۱۰۳) آپ جب بھی امام ابو حنیفہ کی رائے کو بیان کرتے ہیں تو ساتھ ہی اس کے دلائل بھی دیتے ہیں اور قیاس و استسنان کی وجہ بھی بتاتے ہیں۔ علمی امانت کی ادائیگی کی فکر انہیں اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ بعض مقامات پر اپنے استاد کے دلائل کو بیان کرنا اتنا ہی ضروری سمجھتے ہیں جس قدر اپنے دلائل کو۔ اس ضمن میں واضح مثال احمیائے موات (Cultivation of Virgin Land) کا مسئلہ ہے (۱۰۵)

اگر کسی مسئلہ میں سلف کی دو یا زائد رائیں ہوتی ہیں اور ان میں کوئی اصولی نقص نہیں ہوتا تو وہ خلیفہ سے کہہ دیتے ہیں کہ آپ کو آزادی ہے ان میں سے جس کو چاہیں اختیار کریں (۱۰۶) ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے الفاظ میں "بعض مسائل میں قاضی ابو یوسف دو مختلف طریقوں کی وضاحت کے بعد اس بات کی صراحت کر دیتے ہیں کہ خلیفہ کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس طریقہ کو مسلمانوں اور اسلام کے لئے زیادہ نفع بخش سمجھے اختیار کرے۔ حکومت کی دی ہوئی جاگیروں پر خرچ لیا جانے یا ان زمینوں کی پیداوار میں سے عشر وصول کیا جائے، اس بارے میں انتخاب کی پوری آزادی ہے۔ کسی علاقہ کے باشندے باہمی تعاون کے ذریعہ دھب و فرات سے ایک نہر نکال کر اپنے علاقہ تک لے جانا چاہیں تو لہز کی تعمیر کے مصارف ان باشندوں کے درمیان کس طرح تقسیم کئے جائیں، اس کے دو مختلف طریقے تجویز کئے گئے ہیں اور دونوں میں سے کوئی بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔"

بعض مسائل میں وہ دو مختلف رایوں میں سے کسی ایک کو دلائل کی روشنی میں ترجیح دینے کے باوجود خلیفہ کے لئے اس بات کی گنجائش سمجھتے ہیں کہ وہ مناسب سمجھے تو مرجوح

رائے پر بھی عمل کر سکتا ہے۔۔۔ مصلح عامہ سے تعلق رکھنے والے بعض دوسرے امور میں بھی ابو یوسف خلیفہ کو کسی ایک طریقہ کا پابند سمجھنے کے بجائے اس کے لئے ماثور طریقوں میں سے کسی ایک کے انتخاب یا اسلام اور مسلمانوں کے مجموعی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے کسی نئے طریقہ کے اختراع کی گنجائش محسوس کرتے ہیں۔ ایسے مسائل میں وہ خود کوئی متعین راہ عمل تجویز کرنے کے باوجود اس حقیقت کی صراحت کر دیتے ہیں (۱۰۷)

کتاب الخراج میں بعض مقامات پر آپ نے قیاس کو چھوڑ کر کسی مصلحت ہے "استسماں" کا دامن تھاما ہے۔ وہ مسئلہ جس میں آپ نے فعل صحابی (حضرت عمرؓ) کے مقابلہ میں اپنا اجتہاد استعمال کیا ہے ان کی معاملہ فہمی اور روشن دماغی کی ایک عمدہ مثال ہے۔ یہاں اس بات کو بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ امام ابو یوسف کی تحریر کردہ کتاب الخراج کے مباحث کی وہ ترتیب نہیں ہے جو کہ جدید دور کی معاشی کتب میں پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ابو یوسف کی کتاب الخراج۔۔۔ ان ساری کتابوں کے مؤلفین میں ایک کوتاہی یہ نظر آتی ہے کہ انہوں نے تاریخی نقطہ نظر کو ملحوظ نہیں رکھا یعنی یہ کبھی نہیں بتایا کہ عہد نبوی ﷺ میں مالیات کے متعلق ابتدائی صورت یا ہجرت سے پہلے مکہ میں کیا صورت تھی۔ مدینہ آنے کے بعد ابتداء کیا تھی۔ رفتہ رفتہ کیا تبدیلی ہوئی اور بالاخر اس نے کیا صورت اختیار کی۔ ان باتوں کا وہ کہیں بھی ذکر نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہمارے دلوں میں خلش رہ جاتی ہے" (۱۰۸)

تاہم کتاب الخراج کی اہمیت اس لحاظ سے بڑھ جاتی ہے کہ اسلامی معاشیات کے موضوع پر یہ کتاب دوسری صدی ہجری یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں تحریر کی گئی۔ یہ وہی دور ہے جس کو یورپی مصنفین نے علم معاشیات کے ارتقاء کی تاریخ میں تاریک دور (Dark Age) قرار دیا ہے۔ کتاب الخراج کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپی مصنفین کے اس نظریہ میں کوئی صداقت نہیں۔

کتاب الخراج کے مطالعہ سے مغربی مفکرین کے اس نظریہ کی تردید بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے علوم یونانیات سے ماخوذ ہیں۔ ہم اس بحث کو ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں:

"قاری کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی تھی معاشیات کا علم وجود میں نہیں آیا تھا۔ اس کی تصنیف کا زمانہ آدم سمٹھ کی دولت اقوام (Wealth of Nation) سے ایک ہزار سال پہلے ہے اور قرون وسطیٰ کے معاشی فکر کا سب سے بڑا نمائندہ ٹامس اکوئیناس۔ ابویوسف کے پانچ سو برس بعد پیدا ہوا تھا۔ ارسطو اور دوسرے یونانی علماء کی کتابیں اس وقت تک عربی میں منتقل نہیں ہوئی تھیں اور عرب علماء ان کے تجزیاتی کام سے ناواقف تھے۔ (۱۰۹)

کتاب التراج (یحییٰ بن آدم القرشی)

کتاب التراج اپنی ندرت و کم یابی کے باوجود علمائے اسلام کے نزدیک مستند ماخذ تسلیم کی گئی ہے۔ اور مشاہیر ائمہ و مصنفین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ خاص طور سے زرعی پیداوار اور اس پر عشر کے بارے میں ایک تحقیقی سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اور علماء نے ان کے حوالے سے بعض تحقیقات نقل کی ہیں۔ یحییٰ بن آدم کتاب التراج میں لکھتے ہیں:

"قال یحییٰ = وسالت ابا ایاس فقال = البعل والعثری والعدی هو الذی یسقی بماء السماء۔"

قال یحییٰ = واذا كانت الارض یسقی بعضها فتحا ویسقی بعضها بالغرب فیخرج فیها کلها خمسة اوساق ، فانه یزکی بالحصة ماسقی فتحا فالعشر ، وما سقی بالغرب فنصف العشر، والعثری ما یزرع بالسحاب والمطر خاصة ، لیس یسقی الابما یصیبه من المطر، فذلک العثری والبعل ماکان من الکروم ، قدذهب عروقه فی الارض الی الماء فلا یحتاج الی السقی الخمس سنین والست، یحتمل ان یترک السقی، فهذا البعل، والسیل ماء الوادی اذا سال. فاما الغیل فهو سیل دون السیل الکبیر، اذا سال القلیل بالماء الصافی فهو الغیل، والعدی ماء المطر. (۱۱۰)

"میں نے ابوایاس سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ بعل، عشری اور عدی وہ زراعت ہے جس کی سینچائی بارش سے ہو اور جب مرزومہ زمین کا کچھ نالی سے اور کچھ حصہ ڈول سے سینچا جائے اور اس سے گل پانچ وسن پیداوار ہو تو جو حصہ نالی سے سینچا جائے اس میں عشر ہے اور جو حصہ ڈول سے سینچا جائے اس میں نصف عشر ہے اور عشری وہ زراعت ہے جو خاص طور

سے بارش کے پانی سے بوئی جائے اس کو عشرِ بے کہتے ہیں، اور بعل انگور کی وہ بیل ہے جس کی جڑیں زمین میں پانی تک پہنچ جائیں جس کی وجہ سے پانچ چھ سال تک سینچائی کی ضرورت نہ پڑے بلکہ یوں ہی چھوڑ دی جائے۔ اسکو بعل کہتے ہیں۔ اور سیل (سیلاب) واوی کا پانی ہے جب بہتا ہو اور ٹیل بڑے سے کم سیل ہے جبکہ اس کا صاف ستھرا پانی تھوڑا تھوڑا بہتا ہو اور عدزی بارش کا پانی ہے۔

یحییٰ بن آدمی کی یہ تحقیق کئی علماء و محدثین نے ان کے حوالے سے اپنی کتابوں میں درج کی ہے۔

یحییٰ بن آدم نے کتاب الخراج میں بعض ایسی نادر باتیں بیان کی ہیں جو اور کتابوں میں نہیں ملتی ہیں۔ مثلاً باب "ما سقت السماء اوستی بغرب" کے آخر میں لکھتے ہیں:

"فیمابین مکة واليمن مواضع یزرعون فی السنة مرتین . قالوا نزرع حین تسقط الثریا، فیحصدونه ویفرغون منه الی خمسة اشهر ونحوها، ثم یزرعون عند طلوع مرزم الجوزاء وهو الشعری، ویزرعون العلس، وهو حنطة حب صفار فی اکمامه فی کل کمة حبتان، ویزرعون المایبة، حب ایضاً صفار حنطة، ویزرعون السلت، وهو شعیر الا انه ابیض صفار ولیس له قشور، ومنه اخضر، ویزرعون الذرة وهو حب مثل الجنطة الا انه یوکل کما یوکل الارز، ومنهم من یخبره کما یخبر الارز ایضاً (۱۱۱)

"نکہ اور یمن کے درمیان کچھ ایسے مقامات ہیں جہاں کے لوگ سال میں دو مرتبہ کاشت کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک فصل ثریا کے ڈوب جانے کے بعد بھرتے ہیں اور تقریباً پانچ ماہ میں اس کی کٹائی وغیرہ سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری فصل مرزم جوزاء یعنی شعری کے طلوع پر بوتے ہیں۔ اس میں علس، مایہ، سلت اور ذرہ کی کاشت کرتے ہیں۔ علس چھوٹے دانے کا گیہوں ہے جس کے ہر چھلکے میں دو دانے ہوتے ہیں۔ مایہ بھی چھوٹے دانے کا گیہوں ہے۔ سلت چھوٹے دانے کا سفید جو ہوتا ہے۔ جس میں چھلکا نہیں ہوتا ہے۔ اس کی ایک قسم سبزی لئے ہوتے ہے اور ذرہ (مکئی) گیہوں کے مانند ایک دانہ ہے جو چاول کی طرح پکایا جاتا ہے۔ بعض لوگ چاول کی روٹی کی طرح اس کی بھی روٹی بناتے ہیں۔

کتاب الاموال (امام ابو عبیدہ)

یہ کتاب اسلامی حکومتوں کے مالیاتی نظام سے متعلق تمام امور و مسائل پر جامع اور حاوی ہے۔ اسلامی مملکت کا مالیاتی نظام جس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ نے رکھی اور جو خلفائے راشدین کے دور میں بتدریج ترقی کے منازل طے کرتا رہا اور پھر اسلامی دور کی ابتدائی دو صدیوں میں اسے جن تغیرات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی کتاب الاموال کا موضوع ہے۔

امام ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں خراج پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ کے نزدیک حضرت عمرؓ نے جن زمینوں پر خراج لیا تھا وہ گویا زمین کا کرایہ تھا۔ آپ خراج کو زمین کے کرایہ سے مشابہہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ خراج ان زمینوں کی آمدنی کا نام ہے جو مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت (فئے) قرار پاتی ہیں۔ عموماً ان زمینوں پر وہی غیر مسلم لوگ کام کرتے ہیں جو پہلے سے وہاں آباد ہوتے ہیں۔ خراج حکومت کی طرف سے معینہ مقدار غلہ یا رقم کی صورت میں وصول کیا جاتا ہے۔ خراج کی زمین مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہوتی ہے۔ اور اس پر آباد کام کرنے والے ایک مقررہ اجرت ادا کرتے رہنے کی شرط پر مسلمانوں کے مزارع ہوں گے۔ اس مقررہ اجرت کے بعد زمین سے پیداوار ہونے والی بقیہ تمام اشیاء انہیں مزارعین کی ہوں گی (۱۱۲)

امام ابو عبیدہ جزیہ کی طرح خراج کی بھی کوئی ایسی متعین مقدار خیال نہیں کرتے جس میں کمی بیشی نہ کی جاسکے۔ البتہ یہ اصول پیش نظر رکھا جائے گا کہ زمین کی پیداوار کو دیکھتے ہوئے خراج مقرر کیا جائے۔ نہ اتنا زیادہ ہو کہ زمین پر کام کرنے والوں کے لئے بوجھ بن جائے اور نہ اتنا کم ہو کہ اسلامی حکومت کو اس علاقے کا دفاع اور انتظام کرنا مشکل نظر آئے۔

کتاب الاموال کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کتاب و سنت کے سختی سے پابند تھے۔ وہ ایک مسئلہ میں کتاب و سنت کے فیصلہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے قول کو ترجیح نہیں دیتے۔ جہاں کتاب و سنت سے انہیں راہنمائی نہ ملے، وہاں وہ صحابی کے قول کو تمام ما بعد کے فقہاء پر ترجیح دیتے ہیں ان کی نظر میں صحیح السنہ حدیث جزو عقیدہ بن جاتی ہے۔ خواہ اس کی تاویل کرنا مشکل ہی کیوں نہ ہو۔

کتاب الخراج و صنعة الكتابة (قدامہ بن جعفر)

قدامہ بن جعفر کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور اور اہم تصنیف "کتاب الخراج و صنعة الكتابة" ہے۔ انہوں نے یہ کتاب اس وقت تحریر کی تھی جب وہ محکمہ مال کے مختلف عہدوں پر تقریباً بیس سال تک کام کر چکے تھے (۱۱۳)۔

یہ کتاب سلطنت کی صوبائی تقسیم کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور اس میں محکمہ ڈاک کی تنظیم کا حال اور ہر ضلع سے وصول ہونے والے مالے کی رقم مذکور ہے۔ اس کے بعد مصنف نے ہمایہ ممالک خارجہ اور وہاں کے باشندوں کا جائزہ لیا ہے اور پھر مالی نظام، محصول اور انتظامی قانون کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

قدامہ بن جعفر نے اس کتاب میں زیادہ تر ٹیکس وصول کرنے کے لئے مختلف شہروں کے راستوں اور ان کے درمیانی فاصلوں کے اندازے مقرر کئے ہیں۔ یعنی انہوں نے زیادہ تر تاریخ اور جغرافیہ کی معلومات دی ہیں۔

قدامہ بن جعفر نے جزیہ، خراج، فئے اور غنیمت وغیرہ کے مسائل پر جو گفتگو کی ہے اس میں وہ ابو یوسف کے افکار سے متاثر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے متعدد احادیث راویات ابو یوسف کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ عراق کی زمینوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی مشاورت اور آپ کے فیصلہ کو ابو یوسف کی "کتاب الخراج" سے لیا ہے۔

قدامہ بن جعفر نے سواد عراق کے مختلف علاقوں سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کا مفصل گوشوارہ دے دیا ہے۔ کن کن اشیاء پر ٹیکس لگایا جاتا تھا اور مختلف شہروں سے ٹیکس کے طور پر کتنی رقم اور اشیاء وصول ہوتی تھیں، اس بارے میں قدامہ بن جعفر ابو یوسف سے زیادہ معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قدامہ بن جعفر نے عباسی سلطنت کے ہر علاقہ کی دولت و ثروت کا ایک خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔

کتاب الخراج کے مباحث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدامہ بن جعفر نے عبید اللہ بن احمد، ابن خرداذبہ (م ۲۸۰ھ/۸۹۳ء) کی تصنیف "کتاب المسالك والممالک"، ابو عبید کی کتاب الاسوال، اور یحییٰ بن آدم کی "کتاب الخراج" سے استفادہ

کیا ہے۔

کتاب الاموال (ابو جعفر الداؤدی)

کتاب الاموال چار حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اموال کی مختلف اقسام ان کے حصول کے مختلف ذرائع، ان کی حفاظت اور تقسیم پر بحث ہے۔ کتاب کے ایک حصے میں جنگ، قتال پر بحث کی گئی ہے، یعنی دشمن کے علاقے کے بارے میں کیا ہو، جنگ کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اسلام کے ابتدائی عہد میں مسلمان فاتحین نے کیا قواعد و ضوابط بنائے تھے۔

ابو جعفر مالکی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے جب بھی وہ کسی ایسے مسئلے کے بارے میں جس کا تعلق فقہ یا مالی امور سے ہوتا، رائے دیتے تو اس میں امام مالک اور مالکی مذہب کے نامور فقہاء کا خاص طور پر حوالہ دیتے۔

ابو جعفر کتاب الاموال میں اکثر امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام ابو عبید القاسم بن سلام کی آراء کا سعید بن المسیب، لیث بن سعد، عبدالرحمن بن القاسم، عبداللہ بن وہب، سمنون اور اسماعیل بن اسحاق کی آراء سے مقابلہ کرتے ہیں (۱۱۳) کتاب کے مشمولات کا اس کے ان بڑے بڑے عنوانات سے جو نیچے دیئے جا رہے ہیں۔ اندازہ ہو سکتا ہے۔

- (۱) ان اموال کا بیان جو امراء فوج کے ہاتھ آئیں۔ نیز ان اموال سے پانچواں حصہ (خمس) نکالنے کا بیان (۱۱۵)
- (۲) نبی اکرم ﷺ کے لئے مال غنیمت کا کتنا حصہ تھا۔ اس کا بیان، اور آپ ﷺ جو کچھ چھوڑ گئے اس کے بارے میں کیا کیا گیا (۱۱۶)
- (۳) دشمن کی اراضی جن پر مسلمان غالب آجائیں ان کا کیا معاملہ ہو (۱۱۷)
- (۴) جس بنیاد پر حضرت عمرؓ نے اراضی کاشت کروں کے پاس رہنے دی اس کا بیان (۱۱۸)
- (۵) وہ اراضی جن پر کاشت کرنے والے ان کے مالک ہیں اور ان کے وارثوں کو ان کا ورثہ ملتا ہے۔ اور ان کی عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے، اس کا بیان (۱۱۹)
- (۶) شہروں کو آباد کرنے، اراضی کو بطور جاگیریں دینے، اور بنجر زمینوں کو قابل

کاشت بنانے کا بیان (۱۲۰)

(۷) خراج کی اراضی کی کاشت اور بعد کے زمانے نے میں امراء کا انہیں اپنے لئے اپنا

لینا اور ان کا اللہ کے مال کو اپنا مال سمجھ لینا، ان کا بیان (۱۲۱)

(۸) مسلمانوں کے اموال میں سے جو مال غنیمت میں پا جائے اور ایک آدمی اسلام

لائے اور اس کے پاس مسلمانوں کا مال ہو اور ایک آدمی اسلام لائے اور وہ دیکھے کہ اس سے جو

مال غنیمت کے طور پر لیا گیا تھا، وہ ایک مسلمان کے پاس ہے اور جو ایک مسلمان یا ایک

مسلمان کے غلام کا فدیہ ادا کرتا ہے، ان امور کا بیان (۱۲۲)

(۹) زکوٰۃ کے واجب ہونے اور کس شرح سے واجب ہونے اور اموال میں کیا کیا

حقوق ہیں، ان کا بیان (۱۲۳)

(۱۰) وہ اموال جن کے مالکوں کا پتہ نہ ہو، وہ اموال جو غصب شدہ ہوں، وہ اموال جن

کے مالک سارے کے سارے یا بعض ملک سے نکل گئے ہوں۔ غصب و ظلم کرنے والوں اور

جو غصب شدہ زمین پر رہنے کے لئے مجبور ہوں، ان کے ساتھ کس طرح معاملہ ہو۔ کون سی

کھائی مکروہ ہے اور کون سی جائز۔ ان امور کا بیان (۱۲۴)

الاستخراج لاحکام الفخراج (ابن رجب الحنبلی)

ابن رجب نے اس کتاب میں امام ابو یوسف، یحییٰ بن آدم، اور امام ابو عبید القاسم

بن سلام کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔ اس میں تقریباً تمام موضوعات وہی ہیں جن پر

متقدمین بحث کر چکے تھے۔

آپ نے جن احادیث کو استدلال کے طور پر پیش کیا ہے ان میں زیادہ تر صحاح ستہ

میں مل جاتی ہیں۔ وہ مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد کسی ایک امام کی رائے کو

دلائل کی روشنی میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔

اس کتاب میں صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت

عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے اقوال سب سے زیادہ پیش کئے گئے ہیں۔

ابن رجب نے لفظ خراج کے معنی، اجرت، و معاوضہ کے بتائے ہیں (۱۲۵) اس

کتاب کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ مصنف نے مختلف زمینوں کے خراج کا ذکر کرنے کے

ساتھ ساتھ خراج کے مصارف پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ (۱۲۶)

تقابلی جائزہ

ذیل میں ان کتب کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) یحییٰ بن آدم، کا طرز تصنیف یہ ہے کہ انہوں نے خراج کے مختلف مسائل سے متعلق احادیث و آثار کو اپنی سند کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ ان احادیث و آثار پر فقہانہ غور و فکر کر کے اجتہاد و استنباط کا کام بہت ہی کم کیا ہے۔ وہ بحث و تنقید کے بعد کسی ایک رائے کو ترجیح نہیں دیتے۔

دیگر مصنفین، امام ابو یوسف، امام ابو عبید، ابو جعفر الداؤدی اور ابن رجب ہر عنوان کے تحت احادیث و آثار پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مجتہدانہ نکات بھی پیش کرتے ہیں۔

(۲) یحییٰ بن آدم، قدامہ بن جعفر، ابو جعفر الداؤدی، اور ابن رجب کی کتب، امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کے مقابلے میں بہت مختصر ہیں۔ ان کتب میں زیادہ وسعت نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے اپنی کتب میں زکوٰۃ و عشر، خراج و جزیہ غنیمت، فتنے اور زمین کے متعلق چند مسائل بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اور وہ بھی نہایت مختصر انداز میں۔ مثلاً یحییٰ بن آدم زکوٰۃ پر بحث کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے مصارف کے بارے میں وہ گفتگو نہیں کرتے۔

لیکن امام ابو یوسف نے اپنی کتاب ایک اسلامی مملکت کے سربراہ کے حکم کی تعمیل میں اور ایک اعلیٰ منصب پر فائز ہو کر تحریر کی تھی اس لئے انہوں نے اس میں مذکورہ بالا امور کے علاوہ بہت سے دیگر مابھی انتظامی امور کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(۳) امام ابو یوسف کو دیگر علماء پر اس لحاظ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب الخراج میں اس دور کے معاشی مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے حل کے لئے عملی تجاویز بھی دی ہیں۔

ان ماہرین معاشیات کے مابین اس نمایاں فرق کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ ابو یوسف کا بڑا مقصد یہ تھا کہ اس بارے میں خلیفہ کی راہنمائی کی جائے کہ ایک عظیم سلطنت کے مالیاتی نظام کو کس طرح احسن طریقہ سے چلایا جاسکتا ہے؟ کون سے امور اصلاح طلب ہیں؟ عوام کا معیار زندگی کس طرح بلند کیا جاسکتا ہے۔ اور ملک کو معاشی لحاظ سے کس طرح مضبوط

بنایا جاسکتا ہے۔

دیگر مصنفین نے اپنی کتب میں ایسی معاشی اصلاحات کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ان کے سامنے کوئی ایسا مقصد تھا۔ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انسانی زندگی کے انتہائی باریک اور پیچیدہ مسائل پر گفتگو کی ہے اور یہی حقیقت ان کو اعلیٰ معاشی مقام پر فائز کرتی ہے۔

(۴) امام ابو یوسف اور امام ابو عبید، دونوں ماہرین میں یہ خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کہ وہ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ فقہ و حدیث کے اقوال و فتاویٰ اور ان کے دلائل ذکر کر کے ان پر تنقید و محاکمہ بھی کرتے ہیں اور اپنی ترجیح کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

(۵) ابو عبید اگرچہ طرز بیان کی سادگی اور احادیث کو جمع کرنے میں ابو یوسف پر سبقت لے گئے ہیں لیکن دقت نظر، قوت مشاہدہ اور وسیع معلومات میں ابو یوسف کو فوقیت حاصل ہے۔

(۶) امام ابو عبید کو دیگر ماہرین معاشیات پر اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور معدنیات پر خمس کے بارے میں ان کی جزئیات تک بحث کی ہے۔ مثلاً وہ ایک جگہ لکھتے ہیں: "اہل عراق دراصل عثور (تجارت کے سامان پر چنگی) کو زکوٰۃ سے مشابہہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ عثور کو زکوٰۃ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ زکوٰۃ تو سال گزرنے کے بعد وصول کی جاتی ہے۔ جبکہ عثور نیا سامان درآمد و برآمد کرنے پر بغیر سال گزرنے وصول کیا جاتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سفیان کا قول سب سے زیادہ

یعنی برعدل اور حضرت عمرؓ کے منشاء سے زیادہ مشابہہ ہے۔ (۱۲۷)

(۷) ابو یوسف اور دیگر مصنفین اپنے دور میں رائج ناپ تول کے پیمانوں مثلاً صاع، رطل وغیرہ کا صرف سرسری ذکر کرتے ہیں لیکن ان کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں دیتے۔ جبکہ امام ابو عبید نے ان پیمانوں کی مقدار کی تحقیق بھی ہے۔ انہوں نے کتاب الاموال کے باب ۷۴ میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

(۸) امام ابو یوسف اور امام ابو عبید کو اس لحاظ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ دونوں ماہرین معاشیات نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے متعدد ایسے خطوط اور خطبے نقل کئے ہیں جن سے معاشی نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

(۹) قدامہ بن جعفر کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ انہوں نے سواد عراق کے مختلف علاقوں سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کا مفصل گوشوارہ دے دیا ہے۔ کن کن اشیاء پر ٹیکس لگایا جاتا تھا اور مختلف شہروں سے ٹیکس کے طور پر کتنی رقم اور اشیاء وصول ہوتی تھیں۔ اس بارے میں قدامہ بن جعفر بہت سی معلومات فراہم کرتے ہیں۔

حواشي وحواله جات

١. المؤمنون: ٤٢
٢. ابن منظور، ابوالفضل جمال الدين محمد بن مكرم، لسان العرب، قم، نشر ادب الحوزة، ١٣٠٥هـ، ٢/٢٥٢
٣. الزمخشري، محمود بن عمر، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الاقاويل في وجوه التاويل . (تصحیح . مصطفى حسين احمد) القاهرة مطبعة الاستقامة ١٣٦٥هـ، ٣/١٩٦
٤. CL.Cahen Kharadj. The Encyclopaedia of Islam. (New Edition). Leiden: E.J. Brill,1978.4/1030
٥. Shemesh, A.Ben. "Taxation in Islam. (Revised Second Edition), Leiden: E.J. Brill,1967. 1/4
٦. سعدی، ابو حبيب، القاموس الفقهي لغة واصطلاحاً . دمشق ، دارالفكر/١١٢
٧. قلعه جی، محمدرواس. قنبيی حامد صادق. معجم لغة الفقهاء (عربی . انكليزی. كراتشى، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية/١٩٢
٨. ابن قدامه ، ابو محمد عبدالله بن احمد، المغنى، المدينة المنورة ، المكتبة السلفية، ٢/٥٤٩.٥٨٠
٩. ابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد، فتح القدير شرح هداية، كوئته ، مكتبه رشيديه، ٥/٢٨٤.٢٨٨
١٠. ديكهنے، ابويوسف ، يعقوب بن ابراهيم ، كتاب الخراج ، بولاق ، ١٣٠٢هـ/١/٢٣٥ ، يحيى ، ابن آدم القرشى، كتاب الخراج (صححه وشرحه ووضع فهارسه . ابو الاشبال احمد محمد شاكرا لاپور، المكتبة العلمية، الطبعة الاولى ١٣٩٥هـ/١/١٩٩
١١. المجلس الاعلى للشؤون الاسلامية، الموسوعة الفقهية، القاهرة، ١٣٩٠هـ/١٩/٥٢

۱۲. ابویوسف ، الخراج / ۳۰
۱۳. الریس، الدكتور محمد ضیاء الدین ، الخراج والنظم المالية للدولة الاسلامية قاهره، دارالانصار، الطبعة الرابعة ۱۹۷۷/۳۰۳، احمد شلبي، الدكتور، الاقتصاد فى الفكر الاسلامى، القاهرة، مكتبة النهضة المصرية/ ۱۷۷
۱۴. المرسی، محمود الدكتور، دراسة تحليلية للنظام المحاسبى فى الدواوين فى عصر الخلافة العباسية بمصر ۵۶۵۹... ۵۹۲۳ مجلة جامعة ام القرى (جامعه ام القرى / مكة المكرمة ۲۶۴، محمد عثمان شبير، احكام الخراج فى الفقه الاسلامى ، الكويت، دارالارقم، الطبعة الاولى ۱۴۰۶ھ/ ۲۱
۱۵. ابویوسف ، الخراج خلاصه صفحات ۲۹.۲۵
۱۶. الحشر، ۶. ۱۰
۱۷. ابویوسف ، الخراج/ ۲۵
۱۸. جوچیزگهرے سبزنگ کی ہوتی ہے اس کو عرب عموماً "سواد" یعنی سیاہی مائل کہا کرتے ہیں۔
۱۹. ابویوسف ، الخراج/ ۲۶.۲۵
- ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی، تاریخ عمر بن الخطاب (تعلیق، اسامة عبدالکریم الرفاعی) دمشق . داراحیاء علوم الدین/ ۱۱۲، ۱۱۳
- ۲۰۔ ان میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن العوام، اور حضرت بلالؓ پیش پیش تھے۔
- ۲۱۔ تمام صحابہ کرام کے ناموں کا ذکر نہیں ہے۔ صرف بعض جلیل القدر صحابہ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فاستشار المهاجرین الاولین (آپ نے مهاجرین اولین سے مشورہ کیا) الخراج ۷۱ اور بعض روایتوں میں ہے کہ
- فارسل الى عشرة من الانصار خمسة من الاوس وخمسة من الخرج من كبر انهم واشرافهم (الخراج : ۲۷) (ترجمہ) پھر آپ نے انصار میں سے دس

- افراد کو بلا بھیجا۔ اوس اور خزرج (دونوں قبائل) کے اکابر و اشراف میں سے پانچ پانچ افراد۔
۲۲. ابویوسف، الخراج/۲۵، ۲۷
۲۳. ایضاً/۲۷
۲۴. یہ علاقہ اس وقت ایرانیوں کے قبضہ میں تھا اور ان ہی سے مسلمانوں نے لیا تھا۔
۲۵. ابویوسف، الخراج/۲۷
۲۶. الحشر: ۶
۲۷. الحشر: ۷
۲۸. الحشر: ۱۰
۲۹. ابویوسف، الخراج/۲۸، ۲۹
۳۰. ایضاً/۲۹
۳۱. الحشر: ۷
۳۲. الجصاص، ابویکر احمد بن علی، احکام القرآن (تحقیق: محمد الصادق قمحاوی) دار احیاء التراث العربی، ۳۱۹/۵
۳۳. ابویوسف، الخراج/۲۷
۳۴. ایضاً/۲۹
۳۵. الرحبی، عبدالعزیز بن محمد، فقہ الملوک و مفتاح الرجاج المرصد علی خزائن کتاب الخراج (تحقیق، الدكتور احمد عبید الکیسی) بغداد، احیاء التراث الاسلامی، ۱۹۷۳ء/۲۰۳، ۲۰۳، ۲۰۳
۳۶. الزیلعی، فخرالدین عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، ملتان، مکتبہ امدادیہ، الطبعة الاولى بالمطبعة الكبرى الاميرية ببولاق مصر، سنة ۱۳۱۵ھ/۲۷۳
- بدوی، عبداللطیف عوض، النظام المالی الاسلامی المقارن، مصر المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیة، الطبعة الاولى ۱۳۹۲ھ/۵۵
۳۷. ابویوسف، کتاب الخراج/۳۸، ۳۹
۳۸. ابوالمعالی الجونی، امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ، غیاب الامم فی التیث الظلم (تحقیق ودراسة، الدكتور مصطفیٰ حلمی،

- الدكتور فواد عبدالمنعم احمد) الاسكندرية، دارالدعوة/٢٠٩
٣٩. ابن اثير، عزالدين ابوالحسن علي بن محمد، الكامل في التاريخ، بيروت، دارالكتاب العربي، الطبعة الثانية ١٣٨٤هـ، ١٠٢/٢
٤٠. ايضاً: ١٦٣/٢
- الطبري، ابوجعفر محمد ابن جرير، تاريخ الرسل والملوك (تحقيق محمد ابوالفضل ابراهيم) القاهرة دارالمعارف/٥٦٩
٤١. الجهشياري، ابوعبد الله محمد بن عبدوس، كتاب الوزرا والكتاب (تحقيق: مصطفى السقاء ابراهيم الايباري. عبدالحفيظ شلبي، القاهرة، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، طبع، ١٣٥٤هـ/ ١٣٢٢
٤٢. ايضاً
٤٣. ابوالنصر، عمر، آثار ابن المقفع، بيروت. منشورات دارمكتبة الحياة الطبعة الاولى ١٩٦٦هـ/ خلاصه صفحات ٣٦١.٣٢٥
- نوٹ: اس كتاب ميں رسالہ في الصحابة، مكمل شكل ميں موجود ہے)
٤٤. محمد كرد علي، محمد بن عبدالرزاق، كتاب خطوط الشام، دمشق، مطبعة الترقى، ١٣٢٦هـ/ ٥٦٢.٦٣
٤٥. ابن العمراني، محمد بن علي. الانباء في تاريخ الخلفاء. تحقيق الدكتور قاسم السامرائي) لايدن، ١٩٤٣/٤٢
٤٦. الرئيس، محمد ضياء الدين، الدكتور، الخراج والنظم المالية للدولة الاسلامية، القاهرة، دارالانصار، الطبعة الرابعة، ١٩٤٤هـ/ ٢٠٦
- الدجيلي، خولة شاكر، بيت المال نشاته وتطوره من القرن الاول حتى القرن الرابع الهجري، بغداد، مطبعة وزارة الاوقاف ١٣٩٦هـ/ ٢٨
- العزاوي، المحامي عباس، تاريخ الضرائب العراقية (من صدر الاسلام اول آخر العهد العثماني) بغداد، شركة التجارة والطباعة ١٩٥٨هـ/ ١٠٠
٤٧. السقاف، عبدالعزيز الدكتور، دراسات في الخراج، مجلة الدعوة الاسلامية ١٢٠٢، شوال/ ١١٢
٤٨. ايضاً/ ١١٢
٤٩. ايضاً/ ١١٥

٥٠. ايضاً ١١٦
٥١. حاجى خليفه، مصطفى بن عبدالله، كشف الظنون عن اسامى الكتب والفنون، بيروت مكتبة المثنى، ١٢١٥/٢
٥٢. ابن النديم، ابوالفرج محمد بن ابى يعقوب اسحق، الفهرست فى اخبارالعلماء المصنفين من القدماء والمحدثين واسماء كتبهم (تحقيق رضا تجدد) مصر، المكتبة التجارية الكبرى، ٦٠. ٦١. ١١٢. ١٢٣.
١٢٥. ١٥٢. ٢٠٨. ٢٥٨. ٢٥٩. ٢٨٣. ٣٠٣. ٣٠٣
٥٣. ايضاً/٢٨٣
٥٤. حاجى خليفه، كشف الظنون، ١٢١٥/٢
- ابن النديم، الفهرست/٢٥٨ الزركلى، خيرالدين بن محمود، الاعلام لا شهر الرجال والنساء من العرب والمستعربين والمستشرقين، بيروت، دارالعلم للملايين، الطبعة السابعة ١٩٨٦، ١٩١/٢
٥٥. ابن النديم، الفهرست/١١٢
٥٦. ايضاً/١٥٠
٥٧. ابن النديم، الفهرست/٦١.٦٠
٥٨. ابن النديم، الفهرست/٢٠٨
٥٩. Schemesh. "Taxation in Islam 1/4".
٦٠. ابن النديم، الفهرست/٢٥٩
- الزركلى، الاعلام/١٨٥
٦١. ابن النديم، الفهرست/٣٠٣.٣٠٣.٣٠٣
٦٢. حاجى خليفه، كشف الظنون ١٢١٥/٢
- ابن النديم، الفهرست/١٥٠
٦٣. ابن النديم، الفهرست/١٢٥
- كحاله، عمرضا، معجم المؤلفين (تراجم مصنفى الكتب العربية) دمشق، مطبعة الترقى، ١٣٨٠/٦٥٢٣٤
٦٤. ابن النديم، الفهرست/١٢٣
- الزركلى، الاعلام/١٩١/٥
٦٥. ابن النديم، الفهرست/١٥٠

- حاجى خليفه ، كشف الظنون ١٣١٥/٢
٦٦. ابن النديم، الفهرست/١٣٥
٦٧. كحاله، معجم المؤلفين، ١٦٣/٥
- ابن النديم، الفهرست/١٦٣
٦٨. ابن النديم، الفهرست/١٥٣
٦٩. كحاله، معجم المؤلفين، ٢٣٩/٢
- ابن النديم، الفهرست/١٥١
٤٠. āāShemesh. "Taxaton in Islam 1/6.
٤١. ياقوت الحموى، ابو عبد الله ياقوت بن عبد الله، معجم الادباء،
بيروت دار احياء التراث العربى، ٢٢٥/٥
٤٢. ابن النديم، الفهرست/١٥١
٤٣. حاجى خليفه ، كشف الظنون ١٣١٥/٢
٤٤. ابن رجب ، ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد، الاستخراج لاحكام
الخراج، بيروت ، دارالكتب العلمية ، الطبعة الاولى ١٤٠٥هـ.
٤٥. ابن النديم، الفهرست/١٢٣
٤٦. بزرگ الطهرانى، محمد محسن ، الذريعة الى تصانيف الشيعة،
طهران الطبعة الاولى ١٣٦٤هـ، ١٣٢٣/٤، ١٣٥.
٤٧. الرفاعى، عبد الجبار، فهرست الاقتصاد الاسلامى باللغة
العربية، مجلة التوحيد، قسط نمبر ٦/١٦٠
٤٨. ابن النديم، الفهرست/٤٨
٤٩. الرحبى ، فقه الملوك ٨/١
- فؤاد سيد، فهرس المخطوطات المصورة/٥٢٧، ٥٢٨
- الزركلى، الاعلام ٢/٢٨٣
٨٠. الوليلى، ابراهيم، من رواد الاقتصاد الاسلامى (حميد بن
نجوية) مجلة الاقتصاد الاسلامى (الامارات العربية)/ ٢٤٥
٨١. فؤاد سيد، فهرس المخطوطات المصورة/٥٢٧، ٥٢٨
- الرحبى ، فقه الملوك ٨/١
- ابوجعفر الداودى المالكى كى تصنيف كتاب الاموال كا ايك نادر

نسخہ میڈرڈ (اسپین) کی اسکیوریل لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر ۱۱۶۵ ہے۔ اس کی مائکرو فلم ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کی لائبریری میں ہے۔

۸۲. ابن الندیم، الفہرست/۱۱۳.۱۱۴

۸۳. الولیلی، ابراہیم ، من رواد الاقتصاد الاسلامی (حمید بن زنجویہ) مجلہ ، الاقتصاد الاسلامی (الامارات العربیة) ۲۵/۲۵

۸۴. مثال کے طور پر دیکھئے ، ابویوسف ، کتاب الخراج / ۷، ۱۰،

۸۵. ایضاً/ ۵

۸۶. الترمذی ، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ، جامع الترمذی مع شرح

تحفة الاحوذی ابواب صفة القيامة، باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص ، ملتان نشر السنة ۳/۲۹۱

۸۷. ابویوسف ، الخراج/ ۵۳

۸۸. ابن ماجہ ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید ، سنن ابن ماجہ ، کتاب

التجارات، باب من کره ان یسعر (ایڈیشن مع تحقیق وتعلیق محمد فواد عبد الباقي) دار احیاء التراث العربی، ۲/۷۴۱، ۷۴۲

۸۹. ابویوسف ، کتاب الخراج/ ۲۴

۹۰. ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث ، سنن ابی داؤد (ومعه کتاب

معالم السنن للخطابی) اعدادو تعلیق عزت عبیدالدعاس وعادل السید، کتاب الخراج والامارة والفئی، باب ماجاء فی الركاز ۳/۴۶۲

۹۱. ابراہیم البنا، تحقیق وتعلیق کتاب الخراج، دار الاصلاح/ ۱۱

۹۲. ابویوسف ، الخراج/ ۴۴

۹۳. نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظام محاصل، کراچی، مکتبہ

چراغ راہ/ ۷۱، ۷۲

۹۴. مثال کے طور پر دیکھئے ، ابویوسف ، الخراج/ ۷، ۱۰

۹۵. ایضاً/ ۱۷

۹۶. ایضاً/ ۱۸

۹۷. ایضاً/ ۲۳۳

۹۸. ایضاً/ ۱۴۱

۹۹. ایضاً/۲۶
۱۰۰. ایضاً/۱۴۹
۱۰۱. ایضاً/۱۲۸
۱۰۲. ایضاً/۹۵
۱۰۳. ایضاً
۱۰۴. ایضاً/۲۰
۱۰۵. دیکھئے ایضاً ۶۹.۷۰
۱۰۶. ایضاً/۱۰۲
۱۰۷. نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظام محاصل، /۸۶.۸۵
۱۰۸. حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر خطبات بہاولپور، بہاولپور، اسلامیہ یونیورسٹی اشاعت اول، ۱۳۰۱ھ/۲۷۱
۱۰۹. نجات اللہ صدیقی، امام ابویوسف کا معاشی فکر، ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، شمارہ اگست ۶۳ء/۸۴
۱۱۰. یحیٰ، کتاب الخراج /۱۴۶
۱۱۱. ایضاً/۱۴۷
۱۱۲. ابو عبید، القاسم بن سلام، کتاب الاموال، مترجم عبدالرحمن طاہر سورتی، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی ۱/۲۰۲
۱۱۳. طلال جمیل رفاعی، الدكتور، مقدمة، المنزلة الخامسة من كتاب الخراج وصناعة الكتابة، مكة المكرمة، مكتبة الطالب الجامعي، الطبعة الاولى ۱۳۰۷ھ/۱۳
۱۱۴. ابو جعفر الداؤدی، احمد بن نصر، كتاب الاموال، قاهرہ، مكتبہ النهضة المصریہ طبع، ۱۳۸۹ھ/۲۲
۱۱۵. ایضاً/۷
۱۱۶. ایضاً/۹
۱۱۷. ایضاً/۹
۱۱۸. ایضاً/۱۰
۱۱۹. ایضاً/۱۳
۱۲۰. ایضاً/۱۷

- ١٢١ . ايضاً/ ٢٢
- ١٢٢ . ايضاً/ ٣١
- ١٢٣ . ايضاً/ ٢٣
- ١٢٤ . ايضاً/ ٢٥
- ١٢٥ . ابن رجب ، الاستخراج لاحكام الخراج / ٩
- ١٢٦ . ايضاً / الباب العاشر، ١٢١.١٥٥
- ١٢٧ . ابو عبيد، القاسم بن سلام، كتاب الاموال (تصحيح وتعليق .
 محمد حامد الفقى) سانكله بل، المكتبة الاثرية، / ٥٣٦.٥٣٤